طالب حجازی

درویش صفت عالم

۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کی وہ صبح زندگی کی شام تک یاد رہے گی۔ کہ جب ایک عہد آفرین تاریخ ساز شخصیت کی المناک موت کی خبر اپنے دامن میں لئے اخبارات میں شائع ہوئی اور ملک بھر میں صف ماتم بچھ گئی۔ صدر مملکت محمد ایوب خاں سے لے کر ایک عام پاکستانی شہری تک کے دل سے غم والم کی ٹیسیں اٹھیں۔

میں صبح کی نماز کے بعد سیر کر کے واپس آ رہا تھا کہ ریلوے اسٹیشن حافظ آباد کے پلیٹ فارم پر عزیز دوست فضل کریم خاں ملے۔ انہوں نے دور ہی سے مجھے دیکھ کر بے ساختہ کہا کہ حجازی صاحب آپ یہاں ہیں، ملتان نہیں گئے۔ میں نے کہا کیوں خیر ہے؟ اور ساتھ ہی میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔

خاں صاحب نے فرمایا کہ رات ریڈیو کی خبر ہے کہ تمہارے استاد حضرت شاہ جی انتقال فرما گئے ہیں۔ اور خبر سنتے ہی یہاں سے چودھری محمد شریف، سالار فتح محمد اور متعدد دوست بذریعہ ٹرک ملتان چلے گئے ہیں۔ تاکہ ملت اسلامیہ کے اس عظیم مجاہد کا آخری دیدار کر سکیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ان دوستوں نے مجھے تلاش بھی کیا۔ مگر وائے بد قسمتی اس سعادت سے محروم رہا۔ جس کا مجھے آج تک سخت قلق ہے۔ میں بادیدہ گریاں افسردہ و پریشاں وہیں سے گھر لوٹ آیا۔ گھر والوں نے مجھ سے یہ وحشت اثر خبر سنی تو اندوہ و ملال کی تصویر بن کر رہ گئے۔ چونکہ حضرت شاہ جی کے ساتھ ہمارے جو قدیم مراسم اور تعلقات تھے وہ نہایت خلوص و محبت پر مبنی تھے۔ حضرت شاہ جی نیاز مند کے صرف مشفق استاد ہی نہ تھے۔ بلکہ والد مرحوم کے نہایت گہرے دوست تھے۔ کانوں سے خبر سنی تھی۔ مگر دل کو پھر بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ لہذا عالم اضطراب میں بازار گیا تو لوگ تازہ اخبارات پڑھ رہے تھے۔ شہ سرخیوں کے ساتھ حضرت امیر شریعت کی الم ناک وفات کی شائع شدہ خبر عقیدت مندوں کے قلوب مجروح کر رہی تھی صبح کے آٹھ بج چکے تھے۔ ظہر تک ملتان پہنچ کر شریک جنازہ ہونے کی کوئی ممکن صورت نہ تھی۔

یہ پر ملال خبر سننے کے بعد مجھے دکان کھولنے کا ہوش ہی نہیں رہا تھا۔ بھائی عبدالحمید نے فوراً اخبارات کی ایجنسی اور اسٹال کو بند کر دیا۔ اور میرے ساتھ ادبی مرکز (صدر دفتر مجلس بہار سخن) میں آ کر بیٹھ گئے۔ دوستوں نے سنا تو وہ میرے پاس آنے شروع ہو گئے۔ اہل محلہ اور عزیز و اقارب بھی دفتر پہنچ گئے۔ ان دنوں اردو کالج جاری تھا۔ وہ بھی بند کر دیا گیا۔ بورڈ اٹھا دیئے گئے۔ شام تک دعائے مغفرت اور اظہار افسوس کا سلسلہ جاری رہا۔ احباب کے ساتھ حضرت شاہ جی کے اوصاف و کمالات کے موضوع پر گفتگو ہوتی رہی۔ انجمن صحافیاں حافظ آباد، مجلس بہار سخن اور اردو کالج کی انتظامیہ کمیٹی نے قرارداد ہائے تعزیت منظور کیں۔ ان دنوں

قومی مدرسہ مسلم ہائی سکول کے ساتھ نیاز مند کا قدرے تعلق باقی تھا- وہاں حضرت شاہ جی کی مجاہدانہ زندگی پر محترم نور احمد صاحب، عزیزم ناشر حجازی ایم اے نے تقاریر کیں- اور سکول میں چھٹی کر دی گئی-

عصر کی نماز کے بعد کمیٹی باغ حافظ آباد میں غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی اور بعد ازاں عصر حاضر کے سب سے بڑے خطیب اور عاشق رسول ﷺ کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا-

حکیم محمد شریف مسلم، حکیم محمد ابراہیم صاحب، مولانا محمد یحیٰ محترم فیروز فتح آبادی اور نیاز مند طالب حجازی نے قافلہ سالار آزادی-، شیدائی تاج و تخت ختم نبوت کے محاسن و فضائل مختصر طور پر بیان کئے- سارے دن کی مصروفیات کے بعد جب رات کو تنہائی ہوئی تو اس وقت طبیعت کا عجیب عالم تھا- عالم تصور میں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں ایک پانچ چھ سالہ بچہ ہوں- اور اماں جی (حضرت شاہ جی کی اہلیہ محترمہ) اللہ تعالیٰ آپ کی عظمت و تقدیس میں بیش از بیش اضافہ فرمائے-" کی خدمت اقدس میں دوزانو بیٹھا- بغدادی قاعدہ پڑھ رہا ہوں اور حضرت شاہ جی باہر سے تشریف لاتے ہیں- مجھے اور میرے ہم سبق بچوں کو دیکھ کر زیر لب مسکرائے اور پھر فرمایا- کہ تم سب نے سبق یاد کر لیا ہے- کہ میں آؤں- اور پھر قاعدہ لے کر ہمارے ساتھ بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میری آواز کے ساتھ آواز ملا کر پڑھو- محترمہ اماں جی کبھی ہمیں دیکھ کر مسکرا دیتیں اور کبھی شاہ جی کو دیکھتیں- اتنے میں شاہ جی فرماتے کہ بھئی جلدی جلدی کرو- پھر یہ (شکر چڑھے چنے یا مٹھائی کی طرف اشارہ کر کے) کھائیں گے- سارے بچے اونچی اونچی آواز میں تیزی کے ساتھ سبق یاد کرنا شروع کر دیتے اسی عالمِ استغراق میں چشم تصور نے دیکھا کہ حضرت شاہ جی ان چھوٹی چھوٹی بچیوں کے ساتھ جو اماں جی سے قاعدہ، پہلا دوسرا پارہ پڑھ رہی ہوتیں- پاؤں کے سہارے بیٹھ کر کِکلی کا معروف کھیل کھیل رہے ہیں-

کِکلی کلیر دی- پگ میرے ویر دی

استغراق کے بعد میں رات گئے تک سوچتا رہا- شاہ جی کتنے عظیم انسان تھے- انگریز کے عہد غلامی میں اس قدر جامع کمالات انسان کا پیدا ہونا معجزہ سے کم نہیں-

شاہ جی کے گھر سے جانے کتنے گھروں میں قرآن کریم کی مقدس تعلیمات کا فیض پہنچا- اور جس محنت و خلوص اور نفسیاتی اسلوب سے شوخ، ضدی اور کند ذہن بچوں کو آپ کے طریق تدریس اور مشفقانہ انداز نے قرآنی فیوض و برکات سے بہرہ یاب کیا ہے- آج کے مادی دور میں اس کی مثال ملنی دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے- آپ کے شاگردوں میں سے کئی ادیب بنے کئی خطیب- بیشمار اونچے اونچے مناصب تک پہنچے متعدد تجارت و صنعت کی شاہراہوں پر چلے گئے- آپ نے اس فقیرانہ عالم میں زندگی کا سفر طے کیا جو اہل اللہ کا طرۂ امتیاز ہے- آپ فقر و استغناء اور عشق رسول ﷺ کی دولت لئے ہوئے خدائے بزرگ و برتر کے حضور میں پہنچ گئے-